ابوسعید حنیف احمد محمود-برطانیہ

*** تقریر ***

تقریر بابت اسلام

وقت 5-7 منٹ

مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (التوبۃ:111)

کہ اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ اُن کو جنّت ملے گی (کیونکہ) وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں۔ پس (یا تو وہ) اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو اُس پر لازم ہے (اور) تورات اور انجیل (میں بھی بیان کیا گیا ہے) اور قرآن میں (بھی) اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہے پس (اے مومنو!) اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے (جس کا مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔)

کرو کوشش اگر صدق وصفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لقا ہے
یہی آئینہ خالق نما ہے
یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

معزز سامعات! آج معاشرہ کو جن مسائل کا سامنا ہے اُن میں ایک یہ سوال ہے کہ نوجوان نسل کو کس حد تک آزادی، بااختیاری اور خود مختاری کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ مندرج بالا تین الفاظ پر غور کرنے اور لغات میں اِن کے معانی دیکھنے سے تینوں الفاظ مترادف ہونے کے باوجود الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ جن پر تقریر تو نہیں ایک مضمون یا مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ اِس لئے مَیں نے لفظ آزادی کو الگ کر کے ایک تقریر تیار کی ہے اور عنوان رکھا ہے۔ ”مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟“۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ مغربی معاشرے میں نوجوان نسل بشمول لڑکے، لڑکیاں یہ ڈیمانڈ کرتی ہیں کہ۔ ہم آزاد ہیں، ہم بااختیار ہیں، ہمیں خود مختاری چاہئے۔ جہاں تک مَیں نے اِس مضمون پر غور کیا اور اِس حوالہ سے کتب اور اس سے متعلقہ مضامین کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے مذہب میں آزادی یا اِس جیسی کھلی چھٹی کا مفہوم نظر نہیں آیا۔ آزادی یا اِس سے ملتی جلتی ڈیمانڈز سیاسی نعرے تو ہو سکتے ہیں۔ کسی دُنیوی سوسائٹی یا کمیونٹی کی ڈیمانڈز تو ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو ایک مسلمان پیدائش یا شعور کی زندگی سے لے کر وفات تک وہ احکام خداوندی اور ارشاداتِ رسولؐ کا قیدی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّنۡیَا سِجۡنٌ لِلۡمُؤۡمِنِ وَجَنَّۃٌ لِّلۡکَافِرِ کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ گویا مؤمن پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جو عمومی طور پر قید خانہ میں نظر آتی ہیں۔ قیدی کو ہر وہ بات ماننی پڑتی ہے جو قید خانہ کا انچارج کہتا ہے۔ جبکہ کافر دنیا میں پابندیوں سے آزاد دوڑا پھرتا ہے اور دنیا اُسے جنت محسوس ہوتی

ہے۔حضرت ملک سیف الرحمن صاحب مرحوم سابق مفتی سلسلہ اپنے مجموعہ احادیث حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 804 میں اِس حدیث کے الفاظ یوں لائے ہیں۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

"ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُر حکمت کلام کے ذریعہ یہ مضمون ہمیں سمجھا دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ یعنی یہ دنیا مؤمن کی قید اور کافر کی جنت ہے۔(مسلم کتاب الزھد)۔اِس جامع ومانع کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات سمجھائی ہے کہ ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام اور ناپسندیدہ قرار دی جانے والی شہواتِ دنیا اُسی کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اور اُس کی اطاعت میں مجاہدات کرتا اور مشکلات برداشت کرتا ہے اِس لئے یہ دنیا بظاہر اُس کے لئے ایک قید خانہ کی مانند ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہ فوت ہوتا ہے تو اُس کی اِس عارضی قربانی کے نتیجہ میں اُخروی اور دائمی زندگی میں اِس کو اِن مصائب و مشکلات سے استراحت نصیب ہوتی ہے اور وہ اُن کے دائمی انعامات کا وارث قرار پاتا ہے جن کا خدا تعالیٰ نے اُس سے وعدہ کیا ہوتا ہے۔ جبکہ ایک کافر خدا تعالیٰ کے حکموں کو پسِ پُشت ڈال کر اِس عارضی دنیا کے ہر قسم کے حلال و حرام سامانِ زندگی سے فائدہ اُٹھاتا اور اِسی دنیا کو اپنے لئے جنت خیال کرتا ہے"

(بنیادی مسائل کے جوابات قسط 42 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4نومبر 2022ء)

سامعات! مَیں بات کر رہا تھا کہ آزادی کا نعرہ سیاسی ہے نہ کہ مذہبی یا دینی۔ سیاست اور دُنیوی امور میں بھی آزادی اِس حد تک نہیں دی جاسکتی کہ قوم تباہ ہو جائے۔ قوموں کی تباہی اور بربادی کا اندازہ ہم مغربی اقوام میں آزادی سے لگا سکتے ہیں۔ ابھی دُور کی بات نہیں۔ پاکستان میں حال ہی میں ایک سیاسی پارٹی نے آزادی کے نام پر ملک اور قوم بالخصوص نوجوانوں کی اخلاقیات تباہ و برباد کر کے رکھ دی ہیں۔ مالی بے ضابطگی اگر کرپشن ہے تو اخلاق کو برباد کرنا بھی کرپشن میں بدرجہ اَولیٰ شامل ہے۔

حضرت قائداعظم بانیٔ پاکستان نے 11 اگست 1947ء میں پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو پہلا خطاب فرمایا تھا اُس میں "آزاد" کی یوں تشریح فرمائی تھی کہ۔

"آپ آزاد ہیں، آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کے لئے، آپ آزاد ہیں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔"

مغربی اقوام نے جب اپنے باسیوں اور شہریوں کو آزادی دی تو اِن کو جلد احساس ہو گیا کہ اِس آزادی کی بھی حدود و قیود ہونی چاہیے۔ چنانچہ جرمنی کے مفکّر ایمانیول کانٹ (Emanul Kant) نے بہت جلد اِس خطرے کو بھانپ کر آزادی کی یہ تعریف کی

"I am free to move my hand but the freedom of my hand ends where your nose begins"

کہ مَیں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے میں آزاد ہوں اُس حد تک جہاں سے تمہاری ناک شروع ہوتی ہے۔

یہاں مغرب میں کچھ سال قیام کرنے کے بعد مَیں نے اِن کے آزادی کے تصوّر کو اتنا مبہم اور پوشیدہ پایا ہے کہ آزاد ہونے اور آزادی کے نام پر آزاد رہتے ہوئے بھی آپ آزاد نہیں ہیں۔ ہاں آزادیٔ رائے کی حد تک آپ آزاد ہیں۔ سیاسی لحاظ سے بھی، سماجی لحاظ سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی آپ کو آزادی دی گئی ہے مگر محدود۔ آزادی نسواں کا تصوّر بھی ادھورا ہے۔ تاہم مغربی معاشرہ میں جس حد تک یہ آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں وہ محدود ہے۔ اِن سے ملکی قوانین کی پابندی اِس حد تک کروائی جاتی ہے کہ بسا اوقات قوانین پر عدمِ تعمیل کی وجہ سے جو جرمانے یورپ کے باسیوں کو بھگتنے پڑتے ہیں اُس سے یہ بہت تنگی محسوس کرتے ہیں حتّٰی کہ جرمانہ معاف نہیں ہوتا اُس کی اقساط کروالیں تو جان چھٹتی ہے۔ گو یہ لوگ ملکی قوانین کی پابندی کے ساتھ مذہب کو بھی کسی حد تک فالو کرتے ہیں مگر احمدی مسلمان پابند ہیں کہ وہ مُلکی قوانین کی بھی پیروی کریں اور مذہبِ اسلام کے جو اصول وضوابط ہیں اُن کی بھی سختی سے پابندی کریں۔ ایک احمدی مسلم نوجوان آزادی کا نعرہ لگا کر اپنے اردگرد ہونے والی بُرائی سے برأت اور لاتعلقی کا اظہار نہیں کر سکتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی روشن خیالی کے نام پر آزاد رہنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ

(بخاری)

کہ تم میں ہر ایک راعی یعنی ذمہ دار ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کی پوچھ گچھ ہوگی۔

اب اگر ایک نوجوان، مسلمان رہتے ہوئے آزادی کا خواہاں ہے اور وہ اسلام کے قواعد وضوابط کی پابندی نہیں کرتا تو حضورؐ کے اوپر بیان فرمودہ حکم و نصیحت کا تو اس لئے پابند ہو گا کہ وہ اپنے معاشرہ میں یا اپنی سوسائٹی میں کسی نہ کسی معنوں میں نگران تو ہے اور اُس کے تحت رعایا بھی ہو گی۔ اُس کی نگرانی اِس کے سپرد ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کسی انسان کو ہوشربا آزادی نہیں دیتا چونکہ اسلام میں ہر بندہ شادی کرتا اور اہل و عیال رکھتا ہے پھر اُس کے چھوٹے بہن بھائی ہوتے ہیں۔ ایک کُنبہ ہوتا ہے۔ عمر میں اس کے چھوٹے عزیز ہوتے ہیں۔ گلی محلے میں اپنے سے چھوٹی عمر کے ساتھی ہوں گے وہ کسی نہ کسی سطح پر مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ کا پابند ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ کہنا برحق بھی ہو گا کہ کوئی انسان مادر پدر آزاد پیدا نہیں ہوا۔ آپ اس نام نہاد اصول کے مطابق حکمرانوں کا محاسبہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی شخص، آپ کا لیڈر ہو تو وہ آپ کو جواب دہ ہے اور جب آپ بطور حکمران وہاں اُس جگہ پر بٹھا دئے جائیں تو آپ چونکہ آزاد خیال تھے اس لئے اب بھی آپ اُسی آزاد خیالی کو لے کر آگے بڑھیں گے تو کیسے آپ اُس لیڈری کو چلا سکیں گے۔ آپ تو آزادانہ خیالات کی وجہ سے کسی قانون پر عمل پیرا نہیں کروا سکیں گے جبکہ آپ کے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہو کہ تم میں سے جو بھی بُرائی دیکھے تو چاہئے کہ وہ اُسے ہاتھ سے تبدیل کرے۔ اگر اِس کی استطاعت نہ پائے تو پھر زبان سے اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو پھر دل میں ہی بُرا منائے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔(مسلم حدیث 40) تو آزادی کے نام پر آپ کی سربراہی تو گئی۔ آپ اچھے لیڈر ثابت نہ ہوئے۔

سامعین! ہماری نسل کو روشن خیالی کے نام سے تباہ کرنے کے لئے مغرب کے اِن آزاد منش لوگوں نے کارٹونوں اور ڈراموں کے ذریعہ Inject کرنا شروع کیا ہوا ہے جیسے مرد کا مرد اور عورت کا عورت سے شادی کرنا جائز ہے۔ یہ ایک ایسا خطرناک عمل ہے جو کئی بدیوں، بُرائیوں اور گناہوں کو جنم دے گا۔ ایسے ہی پورنو گرافی ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ

”آزاد سوچ رکھنے والوں نے ہمیشہ سرحدیں توڑیں ہیں...کیونکہ آزادی یہ نہیں کہ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں بلکہ آزادی یہ ہے کہ آپ صحیح کام کر سکتے ہیں۔“

پس **سامعین**! اسلام میں بے مہار آزادیوں کا تصوّر ہی موجود نہیں۔ قرآن اور سنت رسولؐ میں کہیں بھی انسان کو آزاد نہیں کہا گیا اور نہ ہی آزادیوں کو مقدّس گردانا گیا ہے بلکہ قرآن نے تو بار بار ”عباد الرحمن“ یا ”یاعبادی“ کہہ کر پکارا ہے۔ جس کے معنے بندے کے ہوتے ہیں اور بندہ، غلام کو کہتے ہیں اور غلام اپنے مالک کے حکموں کا پابند ہوتا ہے اور وہ مالک کی کوئی حکم عدولی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ 111 میں مؤمنوں سے اُن کی جانیں اور اموال خرید لینے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بدلے میں جنت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے ایک احمدی مسلمان خادم کی جان اور اموال خرید لئے ہیں تو پھر وہ کس قسم کی آزادی کا طلبگار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کے معنی بھی بیچ دینے کے کئے ہیں۔ اِس میں بھی خریدار خود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضورؑ نے بَیل کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ ایک کسان اپنا بَیل کسی کے ہاتھوں فروخت کر کے اُس کے دام وصول کر لیتا ہے تو پھر اُس کسان کا اُس بَیل پر جتانے کے لئے کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ اِسی طرح ایک مؤمن بیعت کرنے کے بعد جنت کی صورت میں دام وصول کر لیتا ہے تو پھر اپنے نفس پر، اپنی ذات پر اور اپنے وجود پر اُس کا کوئی حق نہیں رکھتا اور نہ ہی آزاد رائے رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں کئی حوالوں اور مثالوں سے نوجوان خادم کو آزادانہ خیال نہ رکھنے کے حوالے سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ ہم اِس دنیا میں مسافر کے طور پر آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے آپ کو اَلرَّاکِبُ یعنی مسافر قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بارہا مختلف مثالوں سے زندگی کو ایک سفر قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا۔ جس طرح ریل گاڑی چلتی ہے۔ کچھ مسافر اسٹیشن کے آنے پر اُس سے اُتر جاتے ہیں کچھ سوار ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی بھی ایک ریل گاڑی کی طرح ہے۔ اسٹیشن آنے پر کچھ لوگ وفات پانے کی صورت میں اُتر جاتے ہیں اور کچھ پیدائش کی صورت میں اس ٹرین پر سوار ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب اِس مثال میں نوجوانوں کو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ وہ لفظ ”مسافر“ پر غور کرے۔ ایک بندہ جب مسافر بن کر سفر پر جاتا ہے تو وہ اپنی ضروریات پر مشتمل سامان جس کو ہم luggage بولتے ہیں کو بہت مختصر رکھتا ہے تا سفر میں اُس کو Carry کرنے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اگر وہ ہوائی جہاز کا مسافر ہے تو اُسے ایئر لائن والوں کی طرف سے محدود Luggage کی پابندی ہوتی ہے اور جو سامان مسافر کے ساتھ نہ جا سکے وہ Excess Luggage کہلاتا ہے۔ چونکہ انسان بھی ایک مسافر ہے۔ اُسے بھی Excess Luggage یعنی بدیوں، بُرائیوں سے دُور رہنا ہے۔ آزادانہ خیالات، روشن خیالی کی سوچ بھی Excess Luggage میں شامل ہے۔ جسے ہمیں اپنے جسموں سے اُتارنا ہو گا۔ اپنے وجود الگ کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں عورتوں کو غضِّ بصر کا حکم دیا ہے تو وہاں نوجوان لڑکوں کو آزاد نہیں رکھا بلکہ اُنہیں غضِّ بصر کا پہلے حکم دے کر اُن کی آزادی سلب کی ہے۔

(دیکھیں سورۃ النور آیات 31-32)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

(بخاری کتاب الرقاق)

کہ اے عبداللہ! دنیا میں ایسے زندگی بسر کر کہ گویا تو مسافر ہے یا راہ چلتا مسافر۔

سامعین! ہمارے نوجوانوں کو جو آزاد خیال بننے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشادات کو حرزِ جان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا سارا مال لے لینا چاہتا ہے تو حضورؐ نے فرمایا أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ کا ہے۔

(سنن ابی داؤد حدیث 3530)

سامعین! اِسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے باپ نے میرا سارا مال لے لیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جاؤ! اپنے باپ کو میرے پاس لے آؤ“۔ اِسی اثناء میں حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کیا ہے اور فرمایا کہ جب آپ کے پاس وہ بوڑھا آئے تو اُس سے ایک ایسی بات پوچھیں جو اُس نے اپنے دل میں کہی ہے، جس کو اُس کے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ جب بوڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تیرا بیٹا تیری شکایت کرتا ہے، کیا تُو اُس سے اُس کا مال لینا چاہتا ہے؟“ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ اُس سے پوچھیں کہ کیا مَیں نے اُس کا مال اُس کی پھوپھیوں اور خالاؤں پر خرچ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بات چھوڑو، مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے دل میں کیا بات کی ہے جس کو تمہارے کانوں نے نہیں سنا۔“ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ہمیں یقین میں بڑھاتا رہا اور مَیں نے اپنے دل میں یہ شعر کہے ہیں جن کو میرے کانوں نے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم کہو مَیں سنتا ہوں۔ پھر اُس بوڑھے نے وہ اشعار پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مَیں تجھے بچپن میں غذا دیتا رہا اور جوانی میں بھی تیرا نفقہ وغیرہ برداشت کرتا رہا جو مَیں تجھے چن چن کر دیتا رہا، تو ان سے پہلے بھی پھر دوبارہ بھی لیتا رہا۔ اگر کسی رات تجھ پر بیماری آگئی تو مَیں رات سوتا نہ تھا کیونکہ تو بیمار تھا، بلکہ مَیں بیدار اور بے قرار ہوتا رہا۔ گویا کہ یہ رات کا مہمان جو تیرے پاس آیا یہ تیرے پاس نہیں بلکہ میرے پاس آیا ہے، اس لیے میری آنکھیں برس رہی ہیں۔ میرا نفس تجھ پر ہلاکت سے خوف زدہ ہوتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور جب تو اس عمر کو پہنچا اور مسافت کی اس انتہا کو پہنچا جس کی مَیں تجھ پر امید رکھتا تھا۔ تو تُو نے مجھے اس کے بدلے میں سخت دلی اور ترش روئی سے ہم کنار کر دیا، گویا کہ تو ہی انعام کرنے والا اور مجھ پر مہربانی کرنے والا ہے۔ کاش کہ تو اگر میرے باپ ہونے کا حق سمجھتا تو پڑوس میں رہنے والے ہمسائے کی طرح ہی میرے ساتھ سلوک کیا ہوتا۔ تم اس کو ہر لغت پر تیار پاؤ گے، گویا کہ وہ اہلِ حق کے خلاف جواب دینے پر مقرر کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں تب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے گریبان کو پکڑ کر فرمایا ”تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

(معجم صغیر للطبرانی / کتاب البر والصلة / حدیث: 1171)

پس اے ماؤں اور اے باپو! مَیں اپنی تقریر کو ختم کرنے جارہا ہوں۔ یہ بتانے پر کہ آزادی اور روشن خیالی کا گو بظاہر تعلق نوجوان لڑکوں اور ٹین ایجرز سے ہے اور گزشتہ بیان شدہ گزارشات انہی کو مخاطب ہو کر کی ہیں۔ اسلام میں کوئی شخص یا خاتون آزاد بے مہار نہیں ہے۔ مرنے تک اسلامی تعلیمات کا طوق گردنوں میں ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل کو تو یہ ماٹو اپنے ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ

”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔“

سامعین! اِس مضمون کا ایک تعلق والدین اور گھر میں موجود بڑے لوگوں سے بھی ہے وہ اپنی اولاد بالخصوص لڑکوں کی ایسی رنگ میں تعلیم و تربیت کریں کہ اُن کے انگ انگ میں اللہ تعالیٰ، اُس کے رسولؐ، اسلام، قرآن، احمدیت اور خلافت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے کہ انہیں اسلام سے باہر آزادانہ خیالات کی طرف ذہن ہی نہ جائے۔ بہت سے باعلم اور پڑھے لکھے دوست احباب سے اِس موضوع پر مشورہ کرتے وقت انہوں نے ”تربیت اولاد“ کی طرف توجہ دلائی اور کہا ہے کہ اگر

والدین اپنے بچوں کی قرآن اور ارشاداتِ رسولؐ اور آج کے دَور میں حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کے مطابق تربیت کریں تو اِس طرح کے بے ہودہ اور فضول خیالات جنم نہیں لیں گے۔ اِن بزرگوں کے اِس مشورہ کو حقیقت سمجھتے ہوئے قارئینِ مشاہدات سے درخواست ہے کہ تربیتِ اولاد پر مشاہدات نمبر **46**، **49**، **323** اور **964** سے فائدہ اُٹھائیں اور جہاں تک نوجوانوں کا بااختیاری اور خود مختاری حاصل کرنے یا مطالبہ کرنے کا تعلق ہے اس کو ایک اور تقریر میں بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ وباللہ التوفیق

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡